منطق و فلسفہ
ایک علمی و تحقیقی جائزہ

جناب محمد اطہر حسین قاسمی بستوی

بانیٔ حکمت کا قتل حکمت الاشراق کے بانی شہاب[1] الدین سہروردی مقتول ۵۸۶ھ کے قتل کا سبب ان کا کفر و الحاد ہوا تھا جو فلسفہ کے زیر اثر پیدا ہوا تھا، فقہاء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اس کو واجب القتل قرار دیا، اس پر بہت سے الزامات لگائے جن میں سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ نبوت کا مدعی ہے، اس کی تکفیر کا محضر تیار کر کے دمشق میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس میں یہ لکھا کہ اگر یہ شخص زندہ رہ گیا تو ملک الظاہر (جو صلاح الدین ایوبی کا بیٹا اور حلب کا حاکم تھا) کے عقائد کو خراب کر دے گا اور اگر آزاد رہا تو ملک کے جس حصہ میں جائے گا وہاں کے لوگوں کے عقائد خراب کرے گا۔ اس کے ساتھ اور بہت سی باتیں لکھیں، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نے اپنے بیٹے ملک الظاہر کے پاس قاضی فاضل سے

---

[1] یہ وہ شہاب الدین نہیں جو ایک سلسلۂ طریقت کے بانی اور مشائخ کاملین میں سے ہیں بلکہ یہ ایک فلسفی اور بانی حکمت الاشراق ہے۔ (قاسمی)

ایک خط لکھوا کر بھیجا کہ شہاب الدین سہروردی کا قتل واجب اور اس کو کسی طرح آزاد نہیں رکھا جا سکتا لیکن ملک الظاہر اب بھی قتل پر آمادہ نہ ہوا، اس نے اس کو دوبارہ لکھا کہ اگر اس کو قتل نہ کیا گیا تو حلب کی حکومت اس سے چھین لی جائے گی اور بعض روایات میں یہ ہے کہ جب ملک الظاہر کو اس کے کفر و الحاد کا حال معلوم ہوا تو اس نے خود اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

(تاریخ حکمائے اسلام جلد دوم ص ۵۸)

ملا صدرا وغیرہ کی تکفیر

صدر الدین شیرازی متوفی ۱۰۵۰ھ جو ملا صدرا کے نام سے مشہور ہیں اور معقولات میں الاسفار الاربعہ اور شرح ہدایت الحکمت وغیرہ کے مصنف ہیں، علمائے اسلام نے ان کی آزاد خیالی اور فلسفہ پرستی سے ان کی بھی تکفیر کی جس کا انھوں نے اپنے استاد میر باقر داماد سے خواب میں شکوہ کیا کہ حضرت! میرے اور آپ کے عقائد تو ایک ہی ہیں لیکن کیا بات کہ میری تکفیر کی جاتی ہے اور آپ صاف صاف بچ گئے؟ میر باقر داماد نے کہا کہ بے شک میں نے فلسفہ پر قلم اٹھایا ہے لیکن میری تحریر کو صرف فلاسفہ ہی سمجھ سکتے ہیں، وہ عالمان دین کی فہم سے باہر ہے لیکن تم فلسفیانہ مسائل کو اتنا آسان کر کے لکھتے ہو جس کو ہر مکتب کا ملا اور ہر مسجد کا امام پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا ہے اور تمہاری تکفیر کرنے لگتا ہے۔

(تاریخ حکمائے اسلام جلد دوم ص ۳۱۵)

سیف الدین آمدی متوفی ۶۳۲ھ نے بغداد میں کرخ کے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت سے علوم عقلیہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی علانیہ حمایت کی جس پر فقہاء ہم عصر نے اور ان پر بد عقیدگی کا الزام لگایا اس لئے وہ عراق سے نکل کر مصر چلے آئے اور قاہرہ میں جامع ظافری کے صدر مدرس مقرر ہوئے مگر فقہا نے ان پر بے دینی

مصنف پر جھوٹ کا الزام لگایا اور ایک محضر اس مضمون کا لکھا کہ اس قسم کا شخص واجب القتل ہے اور دستخط کرنے کے لئے خود ان کے پاس اس کو بھیج دیا مگر وہ قتل سے بچ گئے۔

(تاریخ حکمائے اسلام جلد دوم ص ۲۴۰)

کتب فلسفہ کی آتش زدگی شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے بیٹے عبدالسلام بن عبدالقادر فلسفی تھے اور اپنے کتب خانہ میں فلسفہ و ریاضی کی کتابیں بکثرت جمع کی تھیں، لوگوں نے ان پر الحاد و بے دینی کا الزام لگایا، سرکاری طور پر اس کی جانچ پڑتال ہوئی تو ان کے کتب خانہ سے فلسفہ کی کتابیں بکثرت نکلیں جن سے اس الزام کی تائید ہوئی اور سرکاری حکم ہوا کہ بغداد کے ایک مقام (رحبہ) پر کتابیں جمع کر کے مجمع عام کے سامنے پھونک دی جائیں، اس کام کے لئے ابن الماستانیہ (جو شاہی طبیب اور محدث تھے) مقرر کیے گئے، ایک منبر بنایا گیا جس پر چڑھ کر انھوں نے ایک خطبہ دیا جس میں فلسفیوں پر لعنت بھیجی اور عبدالسلام بن عبدالقادر کی برائی بیان کی، اس کے بعد ان کے کتب خانہ کی ایک ایک کتاب نکال کر اس کی اور اس کے مصنف کی برائی بیان کرتے جاتے اور اس کو ایک شخص کے حوالے کرتے جاتے جو اس کو آگ میں ڈال دیتا تھا۔ پھر خود عبدالسلام بن عبدالقادر کو قید کر دیا گیا جس سے انھوں نے ۵۸۹ھ میں رہائی پائی۔

(طبقات الامم ص ۶۶)

یہودی حکیم یوسف سبتی کا بیان ہے کہ میں اس وقت تجارت کے سلسلہ میں بغداد آیا ہوا تھا، اس رسم کتب سوزی کا تماشہ دیکھنے کی غرض سے میں بھی باہر نکلا، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابن الہیثم کی علم ہیئت کی ایک تصنیف ابن الماستانیہ کے ہاتھ میں ہے جسے وہ چاروں طرف گھما گھما کر مجمع کو دکھا رہا ہے اور یہ کہتا جاتا ہے "[illegible] یہی کتاب کفر کا سرچشمہ ہے یہی کتاب فتنہ کا باعث ہے" یہ کہہ کر

اس نے کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے پھر آگ میں جھونک دیا۔

(ابن رشد صـ۲۶)

اندلس میں دربار ہمیشہ علماء و فقہاء کے ہاتھ میں رہا اور فلسفہ والوں کو مستقل طور پر کبھی عروج نصیب نہیں ہوا، منصور بن ابی عامر شاہ اندلس معقولات کا سخت مخالف تھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ لوگ اس کے زمانہ میں معقولات کا اشتغال رکھتے ہیں تو اس نے علماء وفقہاء کا ایک جلسہ طلب کیا اور ایک مختصر تقریر کی پھر ان سے پوچھا کہ ان کے خیال کے مطابق معقولات کی کون کون سی کتابیں مسلمانوں کے عقیدے خراب کر رہی ہیں، اسپین کے مسلمان دینی حمیت میں مشہور تھے، ان کو فلاسفہ سے ہمیشہ گزند ہی پہونچا کرتا تھا، انھوں نے فوراً ممنوع الاشاعت کتابوں کی فہرست تیار کر کے منصور بن ابی عامر کو دیدی۔ منصور نے ان کو رخصت کر دیا اور فلسفیانہ کتابوں کے جلانے کا حکم دیدیا۔

(ابن رشد صـ۲۷)

معقولیوں کا شاہی دربار سے اخراج

اندلس کی حالت مشرق سے بھی زیادہ بدتر تھی، یہاں مدت سے عوام الناس کے گروہ میں فلسفہ کے خلاف برہمی چلی آرہی تھی، یہاں تک کہ کھلے بندوں معقولات کا درس دینا مشکل تھا، معمولی معمولی باتوں پر عوام بھڑک اٹھتے تھے اور قتل و خون پر آمادہ ہوجاتے تھے۔ بربری قبیلوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں ان لوگوں نے کتب خانوں کو خوب لوٹا تھا، خود ابن باجہ جو مشہور فلسفی اور بادشاہوں کی زیر سرپرستی رہتا تھا اس کو لوگوں نے ایک مدت تک قید میں رکھا، پھر جب ابن رشد کے باپ نے جو ان دنوں قرطبہ کے قاضی تھے اس کی سفارش کی تب جاکر اس کو لوگوں نے چھوڑا ورنہ شاید وہ قید خانہ ہی میں مر جاتا۔ ابن خلدون اپنے زمانہ کی حالت لکھتا ہے کہ اندلس کی اجتماعی حالت نہایت ابتر ہوگئی ہے اور اس بنا پر یہاں علوم و فنون کی کساد بازاری بھی ہے خصوصاً علوم عقلیہ

کو یہاں اب کوئی نہیں پوچھتا۔

(مقدمہ ابن خلدون صـ۲۳۳)

حکم مستنصر نے اپنے دربار میں جو مشہور فلسفہ داں جمع کئے تھے ان میں احمد بن حکم بن حفصون اور ابو بکر احمد بن جابر خاص شہرت کے مالک تھے لیکن حکم کے بعد منصور نے ان تمام فلاسفہ کو دربار سے نکال دیا، چنانچہ اسی زمانہ میں مشہور فلسفی عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل نے بھاگ کر مشرق میں پناہ لی۔

(ابن رشد صـ۲۸)

ابن حلیب اشبیلی کا قتل اور مطرف کا الحاد

فلسفہ سے مسلمانان اندلس نفرت کیا کرتے تھے۔ اسپین میں عوام کسی کو معقولات میں مشغول دیکھتے تو زندیق کا خطاب دیتے اور اگر اس کی زبان سے کوئی آزادانہ فقرہ نکل جاتا تو بغیر اس کے کہ حکومت سے چارۂ کار کے مستدعی ہوں خود اس کی زندگی کا فیصلہ کر دیتے، مؤرخ مقری کا بیان ہے کہ اندلس میں لوگ ہر طرح کا علم و فن حاصل کرتے ہیں لیکن فلسفہ و نجوم کو برا جانتے ہیں، خواص اور اُمراء کو بیشک ان علوم کا شوق ہے مگر وہ بھی عوام کے خوف سے اس کو چھپاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فلسفہ اور علوم عقلیہ میں جو لوگ کتابیں تصنیف کرتے تھے وہ اپنی کتابوں کو بے حد چھپاتے تھے، چنانچہ خلیفہ مامون بن منصور کے حکم سے ابن حبیب اشبیلی فلسفہ میں منہمک رہنے کی پاداش میں قتل کیا گیا، اسپین میں فلسفہ سے جو عام نفرت پھیلی ہوئی تھی اس کا یہ عالم تھا کہ ابن باجہ کا ایک ہمعصر فاضل عبدالملک بن واہب اشبیلیہ میں انھیں مشاغل میں مصروف رہتا تھا، لوگوں نے اسے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے فلسفہ کو صرف ان چند مسائل تک محدود کر دے جو علانیہ عقائد کے خلاف نہیں ہیں، چنانچہ جب اس نے اپنی جان کو خطرہ میں پایا تو اپنے تلامذہ کو عام مجلسوں میں مسائل فلسفہ پر

بحث و مباحثہ کرنے سے روک دیا نیز اپنی تصنیفات میں اس طور پر ترمیم کردی کہ لوگوں کو گرفت کی گنجائش باقی نہ رہی، اسی طرح اشبیلیہ میں ایک اور فلسفی معروف تالی رہتا تھا، فلسفہ میں انہماک رکھنے کے باعث اہل شہر اس کو ملحد سمجھتے اور اس کے ساتھ مجالست و مواکلت سے پرہیز کرتے تھے اور جو کتابیں وہ تصنیف کرتا تھا وہ کپڑوں مکوڑوں کی خوراک کے کام میں آتی تھیں کیونکہ ان کے مطالعہ کو ناپسند کرتے تھے۔

(ابن رشد ص)

ابن رشد اور اس کی جلاوطنی

فلاسفہ میں سب سے زیادہ بدباطن، بدزبان، دریدہ دہن اور گستاخ ابن رشد تھا، وہ فقہائے کرام رحمہم اللہ تک کو گمراہ بے دین بداخلاق کہتا اور علانیہ علم فقہ کو بداخلاقی کی اشاعت کرنے والا علم قرار دیتا، وہ پردہ کا سخت مخالف اور عورتوں کو آزاد رہنے کی ترغیب دیتا، تمام مذاہب کو یکساں نگاہ سے دیکھتا، جب بدکلامی پر آتا تو صحابہ کرامؓ کو بھی نہیں بخشتا، اس کا نظریہ یہ تھا کہ لولے لنگڑے اپاہج اور بے روزگار انسانوں کو بے دریغ قتل کر دیا جائے، وہ فلاسفہ کی مدح و ستائش میں رطب اللسان اور اولیاء و فقہاء کی تنقیص میں پیش پیش رہتا، وہ سلوک و تصوف مراقبہ و مکاشفہ حال و قال وغیرہ کو لغو قرار دیتا، اس کے گمراہانہ عقائد و نظریات کے لئے مولوی محمد یونس فرنگی محلی کی کتاب "ابن رشد" کا مطالعہ فرمایئے۔ ابن رشد نے فلسفہ کے زیر اثر قوم عاد کا ہی انکار کر دیا اور زہرہ ستارے کو دیوی قرار دینے لگا، اس پر شاہ اندلس منصور بن یوسف بن عبدالمومن نے اس کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جلاوطن کر دیا، قرطبہ کی جامع مسجد میں ایک عام اجتماع منعقد کیا جس میں تمام علماء و فقہاء شریک ہوئے، اس کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ ابن رشد گمراہ اور لعنت کا مستحق ہو گیا ہے۔

چونکہ قاضی عبداللہ بن ابراہیم الاصولی کی بعض باتوں سے الحاد و بد دینی کا ظہور

ہوا تھا اس لئے وہ بھی حاضر کیے گئے، جب یہ دونوں ملزم حاضر ہوئے تو سب سے پہلے قاضی ابوعبداللہ بن مروان نے تقریر کی اور کہا کہ اکثر چیزوں میں نفع وضرر دونوں ہوتا ہے مگر اس سے نفع اس وقت اٹھایا جاتا ہے جب نفع کا پہلو ضرر کے پہلو پر غالب ہو ورنہ وہ چیز چھوڑ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد خطیب ابوعلی بن حجاج نے اعلان کیا کہ یہ تمام لوگ ملحد اور بے دین ہو گئے ہیں، اس کے بعد ان کو جلاوطن کر دیا گیا اور ابن رشد کو بوسینا میں جو قرطبہ کے پاس یہودیوں کی ایک بستی ہے نظربند کر دیا گیا کیونکہ بعض لوگوں نے شہادت دی تھی کہ اس کا سلسلۂ نسب یہودیوں سے ملتا ہے۔

(ابن رشد ص۵)

شاہی فرمان کا اجراء ابن رشد کے ساتھ اور بھی چند لوگ مثلاً ابوجعفر ذہبی، قاضی ابوعبداللہ الاصولی، ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم قاضی بجایہ، ابوالربیع الکفیف اور ابوالعباس الحافظ الشاعر القرانی دوسرے دوسرے مقامات میں جلاوطن کر دیے گئے، اس کے بعد تمام ممالک میں یہ فرمان جاری کیا گیا:

"فلسفیانہ علوم بالکل ناپید کر دیے جائیں اور فلسفہ کی تمام کتابیں جلا دی جائیں، قدیم زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے جو وہم کے پیرو تھے لیکن ان کے عقل و کمال کی بنا پر لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے، انھوں نے ایسی کتابیں لکھیں جن میں اور شریعت میں بُعد المشرقین تھا، انھیں لوگوں کی تقلید سے مذہب اسلام میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو اسلام کے لئے اہل کتاب سے بھی زیادہ ضرر رساں تھے، ان کا زہر تمام ملک میں پھیلنے لگا تو ہم نے ایک مدت تک باوجود ملک کی نیش زنی کے ان سے کوئی

تعرض نہیں کیا لیکن اس سے ان کے جرائم میں اور اضافہ ہو گیا پھر بالآخر ان کی چند ضلالت آمیز کتابیں ملیں جن کا ظاہر قرآن مجید سے آراستہ تھا لیکن باطن الحاد و بے دینی سے بھرا ہوا تھا، یہ لوگ وضع ولباس اور تمام ظاہری حالت کے لحاظ سے تو مسلمان تھے مگر باطن میں مسلمانوں سے بالکل مختلف تھے، جب ہم کو ان کی خلاف شریعت باتیں معلوم ہوئیں تو ہم نے ان کو جلا وطن کر دیا، لہذا تم لوگ اس گروہ سے اسی طرح سے ڈرو جس طرح لوگ زہر سے ڈرتے ہیں اور جو شخص ان کی کوئی کتاب پائے اس کو آگ میں جلا دے، دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ ملحدوں کے گرد وغبار سے ملک کو پاک وصاف کر دے، اگر کوئی شخص اس علم میں مشغول پایا جائے گا یا اس علم کی کتابیں اس کے پاس پائی جائیں گی تو اس کو سخت نقصان پہونچے گا، ہم شریعت کو اور مسلمانوں کو ان ملاحدہ کے فریب سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدایا ان ملاحدہ اور ان کے دوستوں کو تباہ وبرباد کر، ہمارے ملک کو اس فتنہ سے محفوظ رکھ اور ہمارے دلوں کو کفر کی آلودگی سے پاک کر۔"

(تاریخ حکمائے اسلام جلد دوم ص ۱۲۲)

ذلت ورسوائی جلا وطنی کے زمانہ میں ابن رشد کو سخت ذلتیں برداشت کرنی پڑیں، چنانچہ خود اس کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس وقت ہوئی جب میں اور میرا لڑکا عبداللہ دونوں قرطبہ کی جامع مسجد میں نماز عصر پڑھنے کے لئے گئے، لیکن نہ پڑھ سکے، بازاری لوگوں نے ہنگامہ مچا دیا اور شور وغل کر کے ہم کو مسجد سے نکال دیا، مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابن رشد چار برس تک معتوب رہا، اس کے بعد منصور نے اس کو اس شرط پر رہا کرنے کا وعدہ کیا کہ وہ علانیہ مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر توبہ کرے، چنانچہ ابن رشد

جامع مسجد کے دروازے پر لایا گیا اور جب تک لوگ نماز پڑھتے رہے وہ برہنہ سر کھڑا رہا، اس موقع پر اس کی سخت تذلیل کی گئی، اس کے بعد منصور نے اس کا قصور معاف کر دیا اس لئے وہ آزادی کے ساتھ قرطبہ میں رہنے لگا لیکن چونکہ اس کا کوئی عہدہ بحال نہیں ہوا تھا اس لئے نہایت مفلسانہ زندگی بسر کرتا تھا اور رہائی کے چند ہی دنوں بعد ۹ صفر ۵۹۵ھ میں بمقام مراکش وفات پائی

(تاریخ حکمائے اسلام جلد دوم ص۱۲۸)

جلاوطنی کی وجوہات ابن رشد کی گرفتاری اور جلاوطنی کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ کفریہ اور شرکیہ باتیں بول جایا کرتا تھا جس سے قرآن و حدیث کی صریح تکذیب ہوتی تھی مگر اُسے کوئی پرواہ نہ ہوتی، ایک مرتبہ اندلس میں منجموں نے یہ مشہور کیا کہ فلاں روز ہوا کا ایک طوفان آئے گا جس سے تمام انسان مرجائیں گے۔ لوگ اس خبر کو سن کر پریشان ہو گئے اور غاروں تہ خانوں میں پناہ لینے کا انتظام کرنے لگے، جب اس خبر کی زیادہ شہرت ہوئی تو گورنر قرطبہ نے اس کے متعلق مشورہ کی غرض سے اعیانِ قرطبہ کو جمع کیا جس میں ابن رشد اور ابن بندود بھی تھے، ابو محمد عبدالکبیر کہتے ہیں کہ میں بھی اس موقع پر موجود تھا، میں نے ابن رشد سے کہا کہ اگر یہ پیشین گوئی صحیح نکلی تو یہ دوسرا طوفان ہوگا کیونکہ قوم عاد کے بعد اس قسم کا طوفان کبھی نہیں سنا گیا، اس پر ابن رشد جھلا کر بولا کہ خدا کی قسم قوم عاد کا وجود ہی ثابت نہیں طوفان کا کیا ذکر، یہ سن کر تمام لوگ حیرت زدہ ہو گئے اور ان کلمات نے جو صریح کفر اور تکذیب قرآن پر دلالت کرتے تھے لوگوں کو ابن رشد سے بدظن کر دیا۔

شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن رشد کی جلاوطنی کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ اس کی بعض کتابوں میں کفریہ باتیں لکھی ہوئی تھیں جن کو ان لوگوں نے جو قرطبہ کے حاسد و مخالف تھے منصور کی خدمت میں پیش کیں جن میں لکھا ہوا تھا کہ زہرہ ستارہ

ایک معبود ہے۔ منصور نے یہ عبارت دیکھ کر اعیانِ شہر کو جمع کیا اور مجمع عام میں ابن رشد کو بلایا پھر اس سے پوچھا کہ یہ عبارت تم نے لکھی ہے؟ اس نے انکار کیا پھر منصور نے اس عبارت کے لکھنے والے پر لعنت بھیجی اور مجمع نے بھی بھیجی اس کے بعد ابن رشد کو نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ نکال دیا۔

(ابن رشد ص۶۱)

چونکہ ابن رشد فقہاء اور علم فقہ پر بہت زیادہ کیچڑ اچھالنے والا فلسفی تھا اس لئے اس کی ذلت وخواریاں ذرا تفصیل سے ذکر کردی گئیں۔

معقولات فسادِ عقیدہ وکبر ونخوت کا سبب ہے

معقولات کے اشتغال سے عموماً کبر ونخوت، تحصیل مباہات وحصول جاہ وغیرہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے اس کی تعلیم سے مطلقاً ممانعت کرنا ہی مناسب اور مفید ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اسی طرح معقولات کے توغل سے اکثر فسادِ عقیدہ اور نخوت وکبر وعدم مبالاۃ فی الدین وغیرہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس عارض کی وجہ سے کہ مثل لازم کے ہے وہ حرام ہوگا۔ اگر یہ امور نہ بھی ہوں تو اکثر نیت اس کی تحصیل مباہات وحصول جاہ ہوا کرتی ہے کہ کوئی شخص ناقص التحصیل سمجھ کر حقیر نہ جانے تو اس حالت میں ذریعہ معصیت ہونے سے معصیت ہو جائے گا البتہ اگر ان سب غوائل سے پاک ہو تو مضائقہ نہیں، مگر قدر ضرورت پر اکتفاء کرنا واجب ہوگا۔ (اصلاح الرسوم ص۱۰۶)

اہل معقولات واضعِ حدیث تھے

حدیث گھڑنے والوں میں جہاں معتزلہ وخوارج اور روافض کا نام آتا ہے وہیں فلاسفہ کی

فہرست میں نظر آتے ہیں، انھوں نے اس فن میں بھی خوب خوب مہارت پیدا کی، چنانچہ علامہ فرہی بھی لکھتے ہیں:

"چاروں اماموں کے زمانوں کے بعد یعنی امام ابوحنیفہ و مالک وغیرہ کے زمانہ سے ایک سو چودہ برس بعد خوارج معتزلہ روافض وغیرہ اور یونانی فلسفہ کے حامیان کا زور ہونے لگا اور ان سب نے اپنے اپنے خیالات کی اشاعت شروع کی اور ان کی تائید کے لئے موضوع (بناوٹی) حدیثیں بنانی شروع کیں۔"

(مقدمہ معجز نما قرآن مجید ص۲۷)

شعر و سخن کو علم و ادب کی دنیا میں نمایاں مقام حاصل ہے، بسا اوقات تقریریں وہ کام نہیں کرتیں جو ایک ادنیٰ شعر کر بیٹھتا ہے، معقولات کے بارے میں شعرائے کرام کا کلام پیش کیا جا رہا ہے، عجب نہیں کہ کسی بندۂ مومن کے دل میں کوئی شعر گھر کر جائے اور اسے سیدھے راستے پر پہونچا دے، بیجا علوم و فنون سے اس کی طبیعت برگشتہ کر دے اور قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ جیسے علوم دینیہ پر اس کی طبیعت مرکوز کر دے، جس طرح علمائے دین اور بندگان ملت نے معقولات کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے اسی طرح بالغ نظر شعراء اور باکمال ارباب فن نے بھی اس کے متعلق اپنے خیالات و افکار کا اظہار کیا ہے۔ آئندہ اوراق میں انھیں کے ان افکار و خیالات کو منظر عام پر لایا جا رہا ہے جو شعر و سخن کے سانچے میں ڈھلے اور قرطاس و قلم کی زینت بنے، لیجئے سب سے پہلے عربی شعراء کا کلام ملاحظہ فرمائیے اس کے بعد دوسرے شعراء کا۔

معقولیوں کی شان میں عربی نظم

ہندوستان کے علماء جو پچھلے زمانوں میں معقولات کے شیدائی اور اس کے پورے فدائی رہے ہیں، عربی شاعر ان سے تنگ آکر اور ان کی معقول کتابوں سے عاجز ہو کر انھیں پکار پکار کر

کہتا ہے:

ایا علماء الھند طال بقاءکم ‎ ‎ ‎ وزال بفضل اللہ عنکم بلاءکم
اے ہندوستان کے مولویو تمہاری عمریں دراز ہوں ‎ ‎ ‎ اور اللہ کے فضل سے تمہاری بلائیں دور ہوں

رجوتم بعلم العقل فوز سعادۃ ‎ ‎ ‎ واخشی علیکم ان یخیب رجاءکم
تم معقولات کے علم سے کامیابی کی امید کرتے ہو ‎ ‎ ‎ حالانکہ مجھے ڈر ہے کہ تمہاری امید ناکام ہو جائے

فلا فی تصانیف[1] الاثیر ھدایۃ ‎ ‎ ‎ ولا فی اشارات ابن سینا شفاءکم
پس ابن اثیر جزری کی کتابوں میں ہدایت نہیں ہے ‎ ‎ ‎ اور نہ ابن سینا کی اشارات میں تمہیں شفا ملے گی

ولا طلعت شمس الھدی من مطالع[2] ‎ ‎ ‎ فاورثھا دیجورکم لا ضیاءکم
اور ہدایت کا سورج مطالع سے نہیں نکلے گا ‎ ‎ ‎ اس لئے اس کے اوراق تاریکیاں ہیں نہ کہ روشنیاں

ولا کان شرح[3] الصدر للصدر شارحا ‎ ‎ ‎ بل ازداد منھا فی الصدور صداءکم
اور صدرا کی شرح تمہارے سینوں کو نہیں کھولے گی ‎ ‎ ‎ بلکہ اس سے تمہارے سینوں میں زنگ اور بڑھ جائے گا

وبازغۃ[4] لا ضوء فیھا اذا بدت ‎ ‎ ‎ واظلم کاللیالی ذکاءکم
اور بازغہ کے سورج میں کوئی روشنی نہیں ہے اگر وہ نکلے ‎ ‎ ‎ اور اس سے زیادہ تاریک تمہاری ذکاوت ہے جیسے رات

وسُلّمکم[5] مما یفید تسفلا ‎ ‎ ‎ لیس بہ نحو العلی ارتقاءکم
اور تمہاری سلّم تمہیں پستی میں پہونچائے گی ‎ ‎ ‎ اس سے تمہاری پرواز بلندی کی طرف نہ ہوگی

---

[1] ابن اثیر جزری کی فلسفہ پر ایک کتاب ہدایت الحکمت ہے جس کی طرف شاعر اشارہ کر رہا ہے۔
[2] اس سے کتاب المطالع کی طرف اشارہ ہے جو منطق میں ہے۔
[3] اس سے شرح صدرا مراد ہے جو ہدایت الحکمت کی شرح ہے۔
[4] اس سے شمس بازغہ مراد ہے جو فلسفہ کا مشہور متن ہے۔
[5] اس سے سلم العلوم مراد ہے جو منطق کا متن ہے۔

فیا علکم یوم المعاد بنافع | فیا قیلتی ماذا یکون جزاءکم
پس تمہارا علم قیامت کے دن کچھ نفع نہ دے گا | پس ہائے ہلاکت تمہارا کیا انجام ہوگا
اخذتم علوم الکفر شرعا کانما | فلاسفة الیونان ھم انبیاءکم
تم نے علوم کفر کو حاصل کیا گویا کہ | یونان کے فلاسفہ تمہارے انبیاء ہوں

(اسلامی خطبات صفحہ ۲۲۶)

حافظ ابن قیم حنبلیؒ کی نظم حافظ ابن قیم حنبلیؒ محدث ہونے کے ساتھ باکمال ادیب و شاعر بھی تھے، انھوں نے اپنی ایک نظم میں منطق کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں اور اس کا پوری طرح کچا چٹھا کھول کر دکھایا اس کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ اور اس کے مفاسد و مضرات سے اہل زمانہ کو پورے طور سے آگاہ کر دکھایا، چنانچہ فرماتے ہیں:

واعجبا لمنطق الیونان | کم فیہ من افك ومن بھتان
یونان کی منطق پر تعجب ہے کہ | کس قدر اس میں جھوٹ اور بہتان بھرا ہوا ہے
مخبط لجید الاذھان | ومفسد لفطرة الانسان
وہ اچھے ذہنوں کو خبطی بنا دیتا ہے | اور انسان کی فطرت کو بگاڑ دیتا ہے
مضطرب الاصول والمبانی | علی شفا ھار بناہ البانی
اس کے اصول و قواعد مضطرب ہیں | بنانے والے نے اس کو ٹوٹے ہوئے کنارے پر بنایا ہے
متصل العشار والتوانی | کانہ السراب بالقیعان
لگی ڈنڈا اور سستی کے قریب ہے | گویا کہ وہ ریگستان کا سراب ہے۔
بدا العین الظمئی الحیران | فامہ بالظن والحسبان
اس نے پیاسے حیران آدمی کو دور کر دیا چنانچہ اس آدمی نے گمان اور خیال کے مطابق اس کا قصد کیا
یرجو شفاء غلة الظمآن | فلم یجد ثمہ سوی الحرمان
وہ امید کرتا تھا کہ اس سے شفا پائے گا | لیکن نہیں پایا وہاں سوائے محرومی کے

فعاد بالخيبة والخسران يقرع سن نادم حيران

پس حسرت اور گھاٹے کے ساتھ اس حال میں لوٹا کہ حیران و پشیمان دانتوں کو کٹکٹا رہا تھا

قد ضاع منه العمر في الاماني وعاين الخفة في الميزان

اس کی عمر تمناؤں میں ضائع ہو چکی ہے، اب میزان عمل میں اپنا پلڑا ہلکا دیکھے گا

(دیباچہ مقامات حریری ص۵)

ایک متفلسف پر عربی شاعر کی یلغار عرب کا نامور شاعر بہاء الدین زہیر اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں ایک متفلسف کی ہجو بیان کر رہا ہے جو اپنے آگے سب کو ہیچ سمجھتا اور کسی کو کچھ نہ جانتا تھا، وہ کہتا ہے:

وجاهل يدّعي في العلم فلسفة	قد راح يكفر بالرحمن تقليدا
اور جاہل ہے وہ شخص جو فلسفہ کے علم کا دعویٰ کرے	وہ فلاسفہ کی تقلید کرکے خدائے رحمن کا انکار کرتا ہے،
وقال اعرف معقولا فقلت نعم	بنيت فهمك معقولا ومعقودا
وہ کہتا ہے کہ میں معقول جانتا ہوں میں کہتا ہوں کہ ہاں	تونے اپنی سمجھ کو باندھ دیا اور گونگا بنا دیا ہے
من اين انت وهذا الشان تذكره	اراك تقرع بابا عنك مسدودا
تو کہاں اور یہ حالت کہاں جس کا ذکر کیا جائے	تیرے خیال میں تو ایسا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے جو تجھ پر بند ہے
فقال ان كلامي لست تفهمه	فقلت لست سليمان بن داود
اس نے کہا کہ تم میری بات سمجھ نہیں پاؤ گے	میں نے کہا کہ میں سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نہیں ہوں کہ جانوروں کی بات بھی سمجھ لوں

(حاشیہ نفحۃ العرب ص۱۳۱)

آیئے اب ایک عربی قطعہ پر عرب شعراء کا کلام ختم کر دیا جائے۔ یہ قطعہ ناصحانہ اور بے حد حکیمانہ ہے ۔۔۔

ومنطقیہ الفلاسفۃ الاولی ضلت عقولھم ببحر مغرق

منطق پڑھنے سے ان پہلے فلسفیوں کی عقلیں گم ہوگئی ہیں ڈبو لینے والے سمندر کی طرح

واجتمو الی نحو البلاغۃ واعتبر ان البلاء موکل بالمنطق

اور بلاغت وغیرہ علوم کی طرف مائل ہو جا اور سمجھ لے کہ مصیبت منطق کے حوالہ کر دی گئی ہے۔

مولانا رومی کی رائے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بھی مثنوی میں جا بجا حکمت و فلسفہ اور معقولات کو بدبختی اور شقاوت کے اسباب میں سے شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

گر تو خواہی کت شقاوت کم شود جہد کن تا از تو حکمت کم شود

اگر تو چاہتا ہے کہ بدبختی تجھ سے کم ہو جائے تو اس بات کی کوشش کر کہ تجھ سے حکمت کم ہو جائے

وہ فرماتے تھے کہ جو حکمت انسانی طبیعت و خیال سے آتی ہے، اس میں ذوالجلال کا فیض و نور نہیں ہوتا، چنانچہ لکھتے ہیں:

حکمتے کز طبع آید و از خیال حکمتے بے فیض نور ذوالجلال

حکمت و فلسفہ طبیعت و خیال کی پیداوار ہے، اس میں فیض ذوالجلال کا نور نہیں ہوتا

دنیاوی حکمت شک و شبہ بڑھاتی ہے، ظن خیال کو مزید در مزید کرتی ہے مگر دینی حکمت انسان کو معراج کمال پر پہونچاتی ہے، اس کو آسمانوں سے اوپر لے جاتی ہے اور ملأ اعلیٰ سے ملاقات کراتی ہے، چنانچہ مولانا فرماتے ہیں:

حکمت دنیا فزاید ظن و شک حکمت دینی برد فوق فلک

دنیا کی حکمت شک و گمان بڑھاتی ہے اور دین کی حکمت آسمان کے اوپر لے جاتی ہے

فلسفی ادنیٰ معقولات اور ابتدائی معلومات کی منزل سے آگے نہیں بڑھتا، اس کی عقل نے ابھی دروازہ سے باہر قدم ہی نہیں نکالا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

فلسفی گوید ز معقولات دون — عقل از دہلیز می ناید برون

فلسفی معقولات سے نیچے ہی بولتا ہے — اس کی عقل چوکھٹ سے باہر نہیں جاتی

فلسفی خود اپنی عقل کا مارا ہوا ہے، وہ ایسا بدقسمت مسافر ہے کہ اس کی پشت منزل کی طرف اور رخ صحرا کی طرف ہے اس لئے وہ جس قدر تیز قدم بڑھاتا ہے منزل مقصود سے دور ہوتا جاتا ہے، چنانچہ مولانا فرماتے ہیں:

فلسفی خود را از اندیشہ بکشت — گو بدو کورا سوئے گنج است پشت

فلسفی نے اپنے آپ کو اندیشہ سے مار ڈالا — اس نے اپنی پیٹھ خزانہ کی طرف کر رکھی ہے

فلسفی تہی دست اور محروم زمانہ ہے، اس کا دامن ہمیشہ مقصود و مطلوب سے خالی رہتا ہے، دل کی مراد اسے کبھی حاصل نہیں ہوتی، چنانچہ فرماتے ہیں:

گو بدو چنداں کہ افزوں می رود — از مرادِ دل جُدا تر می شود

اس کی بدنصیبی بڑھتی ہی رہتی ہے — دل کی مراد سے وہ ہمیشہ خالی رہتا ہے

فلسفی دنیا کے علوم سے باخبر بڑا وسیع النظر صدہا چیزوں سے آشنا مگر اپنے سے ناآشنا ہے حالانکہ سب سے بڑا علم خود شناسی ہے، مولانا فرماتے ہیں:

صد ہزاراں فضل دارد از علوم — جانِ خود را می نداند از ظلوم

وہ بدبخت فضیلت کے سو ہزار علوم جانتا ہے مگر اپنے آپ کو نہیں جانتا

فلسفی ہر چیز کے خواص و اعراض کو جانتا ہے وہ اس کے جوہر و خاصیت سے خوب واقفیت رکھتا ہے مگر اپنے جوہر سے نادان ہے، وہ اپنی ذات کے خواص و جواہر سے پورے طور پر غافل ہے:

داند او خاصیت ہر جوہرے — در بیانِ جوہرِ خود چوں خرے

وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے مگر اپنے جوہر کے بیان میں گدھے کی طرح ہے

تو ہر چیز کی قیمت جانتا ہے مگر اپنی قیمت نہیں جانتا:

قیمت ہر کالہ می دانی کہ چیست　　قیمت خود را ندانی ز احمقیست

تو ہر چیز کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے مگر اپنی قیمت نہیں جانتا، تو کس قدر بیوقوف ہے

اب مولانا انسان کو خطاب کر کے کہتے ہیں:

جانِ جملہ علمہا این است ایں　　کہ بدانی من کیم در یوم دین

تمام علوم کی جان یہ ہے اور یہی ہے کہ تو جان لے کر میں جزا کے دن میں کیا ہوں گا۔

اب وہ حکمتِ یونانی سے حکمتِ ایمانی کی طرف ہجرت کی دعوت دیتے ہیں جو حقیقی علم اور حکمت ہے اور فرماتے ہیں:

چند چند از حکمتِ یونانیاں　　حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں

کتنی یونانیوں کی حکمت تو نے سیکھی ہے اب ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ لے

مولانا الطاف حسین حالی کی نظم

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم منطق و فلسفہ کو دھوکہ کی ٹٹی قرار دیتے تھے، اس کے سیکھنے والے کو تیلی کا بیل اور میاں مٹھو کہا کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ لوگ نہ حکومت میں ملازمت پا سکتے ہیں، نہ جنگل میں ریوڑ چرا سکتے ہیں، نہ بازار میں بوجھ لاد سکتے اور نہ دربار میں لب ہلا سکتے ہیں، وہ پڑھ کر بگڑ گئے، اگر نہ پڑھے ہوتے تو کھانے کمانے کے اور ڈھنگ سیکھ لیے ہوتے، ان کے دلوں میں نہ قرآن کی عظمت کا پاس و لحاظ ہوتا ہے اور نہ رسالت و نبوت کا، ان کے علم کا لب لباب یہ ہے کہ اگر کبھی دن کو رات کہہ دیں تو اس کو پوری دنیا سے منوا کے چھوڑیں، غرضیکہ مولانا کی نظم بہت ہی عمدہ اور قابل ذکر ہے، ناظرین کرام غور سے سنیں، مولانا فرماتے ہیں:

وہ تقویمِ پارینہ یونانیوں کی
وہ حکمت کہ ہے ایک دھوکہ کی ٹٹی
یقیں جس کو ٹھہرا چکا ہے نکمی
عمل نے جسے کر دیا آکے ردی
اسے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ
کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ
زبور اور توریت و انجیل و قرآں
بالاجماع ہیں قابلِ نسخ و نسیاں
مگر لکھ گئے جو اصول اہلِ یوناں
نہیں نسخ و تبدیل کا اس میں امکاں
نہیں مٹتے جب تک کہ آثارِ دنیا
مٹے گا کبھی کوئی شوشہ نہ اُن کا
نتائج ہیں جو مغربی اہلِ فن کے
وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے

(باقی آئندہ)